بیتے دنوں کی یاد میں

بشیر احمد رفیق (سابق امام مسجد لندن)

آج سے قریباً نصف صدی قبل یہ خاکسار ۱۹۴۹ میں تعلیم الاسلام کالج میں داخل ہوا۔ ان دنوں کالج کی بلڈنگ جو ہندوؤں کی متروکہ جائیداد تھی۔ کافی خستہ حالت میں تھی۔ کالج کے پرنسپل حضرت **مرزا ناصر احمد** صاحب تھے۔ آپ کی اعلیٰ انتظامی قابلیت۔ اساتذہ اور طلباء سے مثالی حسن سلوک اور آپکی پرولولہ قیادت نے تعلیم الاسلام کالج کو لاہور کے چند بہترین کالجوں میں سرفہرست ہونے کا اعزاز بخشا۔ حضرت میاں صاحب نہایت حلیم طبیعت کے مالک تھے۔ چہرہ پر سدا مسکراہٹ رہتی تھی۔ طلباء کو اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے تھے۔ اوران کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔

حضرت میاں صاحب پولیٹیکل سائنس اور اکنامکس کے گریجوایٹ تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے اکنامکس کے پروفیسر صاحب لمبی رخصت پر گئے تو حضرت میاں صاحب نے کچھ عرصہ اکنامکس کی کلاسز کو پڑھایا۔ اس عاجز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں ان کی شاگردی سے مستفیذ ہوا اوران کی کلاس میں اکنامکس کا مضمون ان سے براہ راست پڑھا۔ الحمدللہ۔

ان دنوں کالج میں ایک پٹھان ناصر خان نامی کام کرتے تھے۔ اسے اردو نہیں آتی تھی۔ اس لئے وہ فارغ ہوکر میرے پاس آکر وقت گزارتا تھا۔ عموما اس کی ڈیوٹی گیٹ پر ہوتی تھی۔ حضرت میاں صاحب اس سے بے حد پیار اور محبت کا سلوک فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ناصر خان نے مجھے کہا کہ تم ٹک شاپ میں ناشتہ کرکے کیوں رقم برباد کرتے ہو۔ میں تمہارے لئے چائے اور روٹی لایا کروں گا۔ میں نے محض ناصر خان کا دل رکھنے کے لئے اسے اجازت دی کہ وہ صبح میرے لئے چائے اور روٹی لایا کرے۔ ایک دن ناصر خان چائے کی کیتلی اٹھائے میرے کمرے کی طرف آرہا تھا اس کی مٹھ بھیڑ حضرت میاں صاحب سے ہوگئی۔ حضرت میاں صاحب نے پوچھا ناصر خان کدھر جارہے ہو۔ ناصر خان نے جواب دیا میاں صاحب ۔میں بشیر رفیق کے لئے چائے اور بغیر گھی کے پراٹھے لے جا رہو ہوں۔ حضرت میاں صاحب بغیر گھی کے پراٹھوں کی اصطلاح سے بے حد محظوظ ہوئے۔ اور کئی مرتبہ مجھ سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری صحت بغیر گھی کے پراٹھوں سے بہت اچھی لگ رہی

ہے۔ میں آرٹس کا سٹوڈنٹ تھا لیکن کالج میں داخل ہونے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد میرا جناب محترم پروفیسر ڈاکٹر **سلطان محمود شاہد** صاحب سے جو سائنس کے استاد تھے نہایت پر خلوص۔ پر محبت اور گہرا تعلق قائم ہو گیا۔ ان کے اعلیٰ اخلاق۔ دوستانہ اور محبانہ انداز اور روّیے نے مجھے ان کی طرف ایسا کھینچا کہ بی۔اے پاس کرنے کے بعد بھی ہمارے تعلقات خلوص و محبت میں فرق نہ آیا ۔ میں آرٹس کا سٹوڈنٹ ہونے کے باوجود دو بار محترم ڈاکٹر شاہد صاحب کے اصرار پر سائنس سوسائٹی کے ساتھ کراچی اور پھر صوبہ سرحد کے دورے پر گیا اور محترم ڈاکٹر شاہد صاحب کے اعلیٰ اخلاق سے مستفیذ ہوا۔ میں انہیں ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں اور آپ سے بھی ان کی صحت اور درازئی عمر کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

میں اکنامکس کا سٹوڈنٹ تھا۔ ہمارے استاد محترم **فیض الرحمان فیضی** تھے اور جناب فیضی صاحب کا تعلق طلباء سے دوستانہ ہوتا تھا۔ وہ کبھی طلباء کو یہ محسوس نہیں ہونے دیتے تھے کہ وہ ہمارے استاد ہیں۔ میرے ساتھ ان کا دوستانہ تعلق ایسا ہو گیا تھا کہ میں انہیں دوست زیادہ اور استاد کم سمجھتا تھا۔ جناب فیضی صاحب کو اکنامکس کے مضمون پر بڑا عبور حاصل تھا۔ ان دنوں پڑھائی انگریزی زبان میں ہوتی تھی۔ محترم فیضی صاحب نہایت روانی کے ساتھ انگریزی زبان میں یوں لیکچر دیتے تھے کہ گویا کوئی انگریز پڑھا رہا ہو۔ محترم فیضی صاحب نہایت خوش لباس تھے۔ سوٹ اور ٹائی اعلیٰ قسم کے زیب تن فرماتے تھے۔ آپ سلسہ کے مشہور مناظر ارخالد احمدیت حضرت خادم صاحب گجراتی کے بھائی تھے۔

ہمارے انگریزی کے استاد محترم حضرت **اخوند محمد عبد القادر** صاحب تھے۔ آپ کو اپنی انگریزی دانی پر بڑا فخر تھا۔ اور اکثر دوران لیکچر فرمایا کرتے تھے "Akhwand Abdul Qadir has a command over English Languare." آپ ہمیشہ اچکن۔ چلوار قمیض میں ملبوس ہوتے تھے اور سر پر سفید پگڑی باندھتے تھے۔ Wordworth جو انگریزی کے مشہور شاعر گزرے ہیں ان کی نظمیں پڑھاتے وقت اس قدر محو ہو جایا کرتے کہ یوں لگتا تھا اشعار کا ان پر نزول ہو رہا ہے۔ بہت عرصہ بعد جب مجھے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا قرب قرب نصیب ہوا تو ایک دن باتوں باتوں میں میں نے حضرت اخوند صاحب کا ذکر کیا۔ حضرت چوہدری صاحب فرمانے لگے اخوند صاحب کو انگریزی زبان پر غیر معمولی

قدرت حاصل ہے۔ بلکہ وہ تو اردو اور پنجابی بھی انگریزی لہجہ میں بولتے ہیں۔ حضرت اخوند صاحب کی انگریزی دانی کی شہرت اردگرد کے کالجوں میں بھی تھی اور وہاں کے طلباء جنہیں انگریزی زبان کا شوق تھا اخوند صاحب سے ملنے ہمارے کالج آیا کرتے تھے۔

ہمارے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ محترم **چوہدری محمد علی** صاحب تھے۔آپ فلسفہ کے استاد تھے۔ فلسفہ میرے مضامین میں شامل نہ تھا اس لئے ان بارے میں استاد ہونے کے ناطے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ بحیثیت ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ کے میں نے انہیں قریب سے دیکھا ہے۔میں ایک سال Mess کا انچارج رہا۔ جناب چوہدری صاحب کو اس بات کا بہت خیال رہتا تھا بورڈرز کو صحتمند کھانا میسر ہو محترم چوہدری صاحب کو کھیلوں میں بھی بہت دلچسپی تھی۔ وہ پہلے کشتی رانی اور بعد میں باسکٹ بال کے انچارج تھے۔ان کے دور میں ان کھیلوں کا معیار بہت بلند تھا۔آپ شاعر بھی ہیں۔جن دنوں کا میں ذکر کر رہا ہوں ان دنوں ان دنوں ان کی ایک نظم بہت مشہور تھی جس کا عنوان تنہائی تھا۔ یہ بہت مشکل نظم تھی جو ہماری سمجھ سے بالا تھی۔لیکن ہر محفل میں طلباء کا پرزور مطالبہ ہوتا تھا کہ چوہدری صاحب اپنی یہ نظم ضرور سنائیں۔ میری آپ سب سے درخواست ہے کہ محترم چوہدری صاحب صحت وتندرستی اور درازی عمر کے لئے دعا کریں۔ ان کا وجود بہت قیمتی ہے اور آپ جماعت کا ایک انمول اثاثہ ہیں۔

عربی زبان کے پروفیسر **صوفی بشارت الرحمان** صاحب تھے۔ میں عربی کا طالب علم نہ تھا اس لئے میں ان کی عربی دانی کی قابلیت کے متعلق کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔ وہ ہمارے ہوسٹل کے ٹیوٹر بھی تھے۔ اس حیثیت میں میں نے انہیں قریب سے دیکھا ہے۔محترم صوفی صاحب نہایت نیک۔ متقی اور عبادت گزار بزرگ تھے۔وہ اس بات کی سختی سے نگرانی کرتے تھے کہ ہوسٹل کے طلباء نمازوں میں باقاعدگی اختیار کریں۔ نماز مغرب اور فجر کے بعد آپ درس القرآن وحدیث بھی دیتے تھے۔ لباس میں سادگی ان کا شعار تھا۔ کبھی مغربی لباس زیب تن نہ کیا ۔طبعیت میں حس مزاح بھی موجود تھی۔خوب کھل کھلا کر ہنسا کرتے تھے۔

میرے مضامین میں اردو بھی شامل تھا۔ہمارے اردو کے پروفیسر حضرت **شیخ محبوب عالم خالد** تھے۔آپ ایک نیک۔متقی اور مخلص انسان تھے۔یہ آپ ہی کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا کہ میں کالج کے

میگزین المنار کے حصہ اردو کا ایڈیٹر بنا۔ میں اردو سوسائٹی کا پریذیڈنٹ بھی تھا۔ حضرت خالد صاحب کی خواہش کی تعمیل میں ہم نے لاہور کے مشہور اردو ادب کی خدمت کرنے والوں کو تقاریر کی دعوت دی۔ ان میں پروفیسر عبادت بریلوی۔ وقار عظیم اور شوکت تھانوی جیسے عظیم ادیب شامل تھے۔

ایک استاد جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور جو میرے استاد ہونے کے علاوہ میرے دوست اور ہمدرد اور سرپرست بھی تھے اور حقیقی معنوں میں ایک متقی۔ پرہیز گار اور شفیق انسان تھے۔ میری مراد حضرت **مولانا ارجمند خان** صاحب سے ہے۔ آپ دینیات کے استاد تھے۔ پٹھان ہونے کے ناطے مجھ سے محبت کرتے تھے۔ باوجود لمبا عرصہ پنجاب میں رہنے کے آپ اردو پشتو لہجہ میں بولتے تھے۔ دینی علوم کا ایک سمندر تھے۔ انگریزی زبان سے نابلد ہونے کی وجہ سے انہیں اکثر مشکل پیش آتی تھی کیونکہ کالج میں ان دنوں انگریزی کا راج تھا۔ ان کی اس کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے طلباء نے ان سے منسوب کرکے لطائف بھی گھڑ لئے تھے۔ آپ اپنے سے منسوب لطائف کو سن کر بجائے ناراض ہونے کے ان سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ میرے پاس بھی ان سے منسوب لطائف کا ایک ذخیرہ تھا۔ ایک دن فرمانے لگے مجھے معلوم ہے تم نے خود گھڑ رکھے ہیں جو مجھ سے منسوب کرتے ہو۔ لیکن میں بھی ان سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔ آپ کی وفات کینیڈا میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

میں آرٹس کا سٹوڈنٹ تھا لیکن جناب **پروفیسر نصیر احمد خان** صاحب سے بوجہ ان کے اعلیٰ اخلاق اور اور بے تکلفی کے نہایت قریبی تعلقات تھے۔ وہ نہایت خوش اخلاق اور خوش لباس تھے۔ حلیم طبع تھے اور شاعر بھی تھے۔ ان کی ان تھک محنت سے فزکس ڈیپارٹمنٹ لاہور کے کالجوں میں سے اول نمبر پر تھا۔ نصیر خاں صاحب طلباء کے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔

کالج کے آفس سپرنٹنڈنٹ اے۔ آر **جنید ہاشمی** تھے وہ نہایت خوش طبع انسان تھے۔ ہر کسی کے کام آنے والے اور ہر کسی کے دکھ سکھ میں شریک ہونے والے۔ یہ حضرت ظہورالدین اکمل صحابی کے فرزند تھے۔ گفتگو مختصر کرتے تھے۔ طلباء میں ان کا بے حد احترام تھا۔

کالج کی ایک نہایت مقبول شخصیت مددگار کارکن **شادی** کی تھی۔ شاید ان کا نام سعدی تھا جو بگڑ کر شادی ہو گیا۔ نہایت مستعد کارکن تھے۔ ہر طالب علم سے رابطہ رکھتے تھے۔ حس مزاح ست وافر حصہ پا

یا تھا۔جناب پرنسپل کو ان سے بے حد پیار تھا اور شادی تھی ان کے ساتھ بے تکلفی سے بات کرتا تھا۔ایک مرتبہ ایک طالب علم نے شادی کی منت سماجت کی کہ اس کی درخواست پرنسپل صاحب کو پیش کر کے سفارش بھی کرے۔شادی اس کی درخواست لے کر پرنسپل صاحب کے پاس گیا۔انہوں نے فرمایا میں اس وقت مصروف ہوں اور اس وقت دعخواست نہیں دیکھ سکتا۔شادی بھلا کب ٹلنے والا تھا۔درخواست ہاتھ میں لے کر پرنسپل صاحب کے سامنے کھڑا رہا۔پرنسپل صاحب کو غصہ آیا اور شادی کو باہر نکال کر اندر سے کنڈا لگا لیا۔ شادی بھی ٹلنے والا نہ تھا۔درخواست کو دروازہ سے نیچے سے گذار کر آواز دی کہ درخواست اٹھا لیں اور بچے کا کام کر دیں۔ پرنسپل صاحب کو ہنسی آ گئی۔دروازہ کھولا ،درخواست منظوا کر کے شادی کو پکڑائی اور شادی خوشی خوشی درخواست طالب علم کے پاس لے گیا۔

ایک دفعہ کی بات ہے میں اور جناب سید سلطان محمود شاہد چاندنی رات سے لطف اندوز ہونے کے لئے کالج کے صحن میں بیٹھے تھے کہ شادی ہاتھ میں ایک بڑا پیالہ پکڑے سامنے آیا اور سلام کیا۔شاہ صاحب نے پوچھا ،شادی ہا میں کیا ہے۔کچھ بچا کھچا سالن روٹی ہے۔ آپ کھا لیں۔شاہ صاحب نے کہا میں نے تو یوں ہی پوچھا ہے،ہم نے تو کھانا کھا لیا ہے۔شادی اصرار کرنے لگا تو شاہ صاحب نت تنگ آ کر اسے ڈانٹا کہ کہہ جو دیا کہ کھا چکے ہیں۔ شادی نے نہایت معصومیت سے کہا ،کھا لو،کھا لو، ویس بھی میں یہ کتوں کے آگے ڈا لنے جا رہا تھا۔ شادی کے بے شمار قصے ہیں جنہیں بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔

میرے خیال میں مجھے اب مضمون ختم کرنا شاہئے۔میری طرح بغیر گھی کے پراٹھے تو آپ کو دستیاب نہیں ہوں گے لیکن بغیر گوشت کے پلاؤ آپ کا منتظر ہو۔میں اب مزید آپ کے اور بغیر گوشت کے پلاؤ کے درمیان نہیں رہنا چاہتا۔

آخر میں ان تمام اساتذہ ورکارکنان کالج کے لئے جنہوں نے دن رات کی محنت اور کاوش سے تعلیم ا الاسلام کالج کو بام عروج تک پہنچایا دعا کریں کہ جو ان میں وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جو ابھی زندہ ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔

خاکسار بشیر احمد رفیق۔ سابق طالب علم تعلیم اا لاسلام کالج ۱۹۴۹ تا ۱۹۵۳